تربیت، لغوی مفہوم اور خصوصیات

UPBRINING-LEXICAL CONNOTATION & FEATURES

Mohib Raza

***Abstract*:**

The important concept of terbiyah is lexically analysed in this article to determine its all aspects and features. Structure and meaning of this word and its usage in Quran is deeply discussed. The conclusion is understing that ultimate murab'bi of human being is Allah almighty. He has provided every prerequisite item required for the guaidence and terbiyah of the human beings in this realm and they are created with all the necessary potentials and capabilities mandatory for their growth. Terbiyah is actually provision of conducive environment for the holistic development of human being, so that his potentials can be flourished fully. Terbiyah is a general, continued, gradual and purposeful endavour. At the end 16 points related to the topic are extracted, structured in 6 different aspects, having 24 characterestics in total.

***Keywords*:** *Upbringing, Terbiyah, Holistic Development, growth.*

خلاصہ

اس مقالے میں لفظِ تربیت کے لغوی جائزہ کی روشنی میں تربیت کے مفہوم اور اس کی خصوصیات کو اجاگر کیا گیا ہے۔ نیز اس کی بناوٹ اور قرآن کریم میں استعمالات پر بحث کے ذریعے یہ واضح کیا گیا ہے کہ انسان کا حقیقی مربی صرف اللہ تعالیٰ ہے جس نے انسان کو تربیت پانے کی استعداد اور صلاحیت دے کر اس کی تربیت کے لئے ہر درکار چیز فراہم کر دی ہے۔ بنابریں، تربیت انسان کی ہمہ جہت نشو ونما کے لئے درکار ماحول کے تمام اجزاء کی فراہمی کا نام ہے۔ اس لحاظ سے تربیت، ایک عمومی، تدریجی، مسلسل اور باہدف عمل کا حامل مفہوم ہے۔ مقالہ نگار کے مطابق تربیت کے مفہوم میں ۱۶ نکات پوشیدہ ہیں جنہیں ۶ مختلف پہلوؤں سے ۲۴ خصوصیات کی شکل میں پیش کیا گیا ہے۔

کلیدی الفاظ: تربیت، لغوی مفہوم، مربی، خصوصیات، ہمہ جہت پرورش۔

نظامِ آفرینش میں پرورش

اللہ ربّ العزت نے نظام آفرینش میں اپنی حکمت کے تحت، تمام مخلوق کے رشد اور پرورش کا انتظام فرمایا ہے۔ دنیا کی دیگر مخلوقات کی نسبت، انسان کی ایک اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کی انجام دہی میں ارادہ اور اختیار کا مالک ہے۔ اختیار کی اس خصوصیت کا خاصہ یہ ہے کہ انسان اپنے رشد کو، اپنی تخلیق کے ہدف کی جانب بڑھنے کی سمت بھی دے سکتا ہے اور اس کے برخلاف بھی۔ لہٰذا، انسان اپنے رشد کے لئے رہنمائی اور ہدایت کا ضرورت مند ہے۔ پروردگار عالم انسان کی اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے ہر دور میں اپنے نمائندے بھیجے۔ جن کی رسالت کا اہم ترین ہدف، بنی نوع انسان کی تربیت تھا۔ قرآن کریم، رہنمائی کی وہ آخری الہامی کتاب ہے جو رہتی دنیا تک، معاشرے اور اس کے ہر فرد کی مادی اور روحانی ہدایت کے لئے نازل کی گئی ہے: "اور ہم نے آپ پر یہ کتاب ہر چیز کو بڑی وضاحت سے بیان کرنے والی اور مسلمانوں کے لئے ہدایت اور رحمت اور بشارت بنا کر نازل کی ہے۔" (16:89) انسان کی ہدایت کے لئے درکار تمام مسائل اس کتاب میں ذکر ہیں[1]۔ ہر وہ شخص جو حق کے سامنے تسلیم ہو جائے، اس کتاب سے ہدایت و رہنمائی حاصل کرنے کا سزاوار ہے۔ وہ ہدایت، جو تسلیم شدہ شخص کو اس کی پست خواہشات نفسانی سے نجات دلا کر، اس کی روحانی آزادی کے ساتھ ساتھ، اس کے رشد و کمال کا سامان مہیا کرتی ہے: "اور ہم قرآن میں سے ایسی چیز نازل کرتے ہیں جو مومنین کے لیے تو شفا اور رحمت ہے لیکن ظالموں کے لیے تو صرف خسارے میں اضافہ کرتی ہے۔" (18:82) انسان کی یہی روحانی آزادی، اسے انسانیت کے بالاتر اور عالی تر روحانی مقامات پر فائز کرکے، معاشرے کی حقیقی فلاح کا موجب بناتی ہے۔[2]

تمام انبیاء انسانیت تک حق اور ہدایت کا یہی پیغام پہنچاتے رہے ہیں اور ایسے افراد آمادہ و تیار کرنے کی مسلسل کوششوں میں رہے ہیں کہ جو ایک مطلوبہ الٰہی معاشرہ تشکیل دینے میں ان کی مدد کر سکیں۔ اس لحاظ سے فردسازی اور معاشرہ سازی کا یہ عمل، درحقیقت انبیاء علیہم السلام کا اصلی کام ہے۔ فی زمانہ، ہدایت حاصل کرنے اور انسانی کرامت و شرافت کے ان بالا مقامات پر پہنچنے کے اس انسان ساز عمل کو تربیت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ اس مقالہ میں تربیت کے اسی اہم موضوع پر ایک مختصر بحث کی گئی ہے کہ لفظ تربیت کا لغوی مفہوم کیا ہے اور اس لغوی مفہوم کی رو سے تربیت کتنے مختلف پہلوؤں اور خصوصیات کی حامل ہے؟ بحث کے آغاز میں دو مقدمے پیش خدمت ہیں تاکہ ان کی روشنی میں اصل موضوع کے بارے میں چند گزارشات پیش کی جاسکیں:

پہلا مقدمہ یہ کہ، اگر اس دنیا کی مخلوقات کی گروہ بندی کی جائے تو بنیادی طور پر انہیں جاندار اور بے جان، دو طبقوں میں بانٹا جاسکتا ہے۔ بے جان طبقہ میں جمادات، جبکہ جاندار طبقہ میں نباتات، حیوانات اور انسان نامی تین گروہ بنتے ہیں۔[3]

پہلے طبقے میں، مٹی اور پتھر وغیرہ جیسی بے جان اشیاء شامل ہیں۔ یہ اشیاء کچھ ذاتی خصوصیات کی حامل ہوتی ہیں۔ ان ذاتی خاصیتوں کو ظاہر کرنے کے لئے عموماً "طبع" یا "طبیعت" کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔[4] مثلاً جب ہم پانی نامی ایک بے جان موجود کے خواص میں سے کوئی خاصیت بیان کرنا چاہیں، تو کہتے ہیں کہ پانی کی طبیعت ایسی ہے یا مثلاً کہتے ہیں کہ لکڑی کی طبیعت یا "خاصیت" ایسی ہے کہ سلگنے یا جلنے کے قابل ہے۔ اس طرح ہم مختلف عناصر اور اشیاء کے حوالے سے، ان کے لئے مختلف ذاتی خصوصیات کے قائل ہوتے ہیں۔ ان خاصیتوں کے علاوہ، ان اشیاء میں اپنے آپ کو بنانے یا بڑھانے کا کوئی عملی مشاہدہ نہیں کیا جاتا، یہ اشیاء خارجی عوامل کے تحتِ تاثیر ہوتی ہیں اور خود سے خارج میں کوئی نقش یا تاثر پیدا کرنے کے قابل نہیں ہوتیں۔

دوسرا طبقہ جانداروں کا ہے،اور اس طبقے کے تین گروہوں میں سے پہلا گروہ نباتات کا ہے۔ نباتات کے اندر، ذاتی خاصیتوں کے علاوہ ایسی قوتیں بھی ہوتی ہیں جو زمین اور فضا سے مادہ کو جذب کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ بنابرایں نباتات، رشد کرنے اور اپنی بقا کو ادامہ دینے کی صلاحیتیں رکھ پاتے ہیں، البتہ یہ صلاحیتیں ان کے اندر طبعی طور پر ودیعت کردہ ہوتی ہے اور مختلف طریقوں اور شکلوں میں ظہور پذیر ہوتی ہیں۔ لہٰذا کسی نباتات کا ایک بیج، نشوونما کے موزوں عوامل مل جانے کی صورت، ایک خاص انداز میں اپنا سفر شروع کردیتا ہے اور اگر اس دوران، نشوونما کے تمام عوامل میسر اور ہلاکت کے عوامل منفی ہوں تو یہ بیج رشد کرتے اپنے سفر کے اختتام کو پہنچ جاتا ہے۔

اس طبقہ کا دوسرا گروہ حیوانات کا ہے، حیوانات کے اندر، رشد اور تولیدِ مثل کی خاصیتوں اور صلاحیتوں کے علاوہ، حس کرنے کی قوتیں اور نیم آگاہانہ یا نیم شعوری حالت یا رجحان بھی پائے جاتے ہیں کہ جن کی مدد سے وہ آفات کے مقابل اپنی بقا، رشد اور تولید مثل کے وسیلے فراہم کرتے ہیں، اس حالت کو غریزے یا جبلت کا نام دیا جاتا ہے۔ حیوانات کی یہ کچھ خاص اندرونی خصوصیات، جو ان کی زندگی کی رہنما ہوتی ہیں، کسبی نہیں ہوتیں، یعنی حیوانات کے لئے ان کو سیکھنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ مثال کے طور پر ایک اڑنے والے پرندے یا پانی میں رہنے والے جانور کا بچہ اپنی پیدائش کے آغاز میں ہی بغیر کسی کے سکھائے اور بغیر کسی امداد کے، ایسے کام کرنے لگتا ہے کہ جو اس کی اپنی نوع سے متناسب اور زندگی کی بقا کے لئے ضروری ہوتے ہیں۔

لفظ طبیعت کو ہم بے جان موجودات کے علاوہ جانداروں کے لئے بھی استعمال کرتے ہیں، مثلاً پودوں، حیوانوں اور انسانوں کے لئے بھی۔ تاہم ان پہلوؤں کے لئے کہ جن میں وہ "غیر جانداروں" کے ساتھ مشترک ہیں کیونکہ بے جانوں میں جو خصوصیات ہیں وہ جانداروں میں بھی ہیں، لیکن جو ذاتی خصوصیات جانداروں کی ہیں، وہ بے جانوں میں نہیں پائی جاتیں۔

جانداروں کے طبقے کا تیسرا گروہ، انسان، ان سب خاصیتوں اور قوتوں کے ساتھ ساتھ، اپنی فطرت اور سرشت میں جبلت سے بالاتر ایک آگاہانہ چیز رکھتا ہے۔ انسان جو کچھ جانتا ہے وہ اپنے اس جاننے کے بارے میں آگاہی حاصل کر سکتا ہے یعنی انسان کچھ "فطریات" کا حامل ہے اور یہ جانتا ہے کہ اس میں کچھ فطریات ہیں۔ فطریات کا "غریزے" یا " جبلت " سے ایک اور فرق یہ ہے کہ غریزے کا تعلق فقط مادی زندگی سے ہے جبکہ انسان کی "فطریات" ایسے امور سے مربوط ہے جنہیں ہم امور استثنائی کہتے ہیں یعنی حیوانی امور سے ہٹ کر جو خالصتاً انسانی یا روحانی امور ہیں۔ پس انسان، حیوانات سے دو لحاظ میں فرق کرتا ہے، ایک یہ کہ اس کے رجحانات اور میلانات روحانی پہلو کے حامل بھی ہوتے ہیں، دوسرے یہ کہ انسان عقل اور ارادہ کی قوت رکھتا ہے۔ عقل اور ارادہ کی یہ قوتیں، ان رجحانات کو افراط اور تفریط سے بچا کر، انسان کے افعال کو، اختیاراً، اس کے ہدف کے سمت حرکت دینے کے قابل بناتی ہیں۔
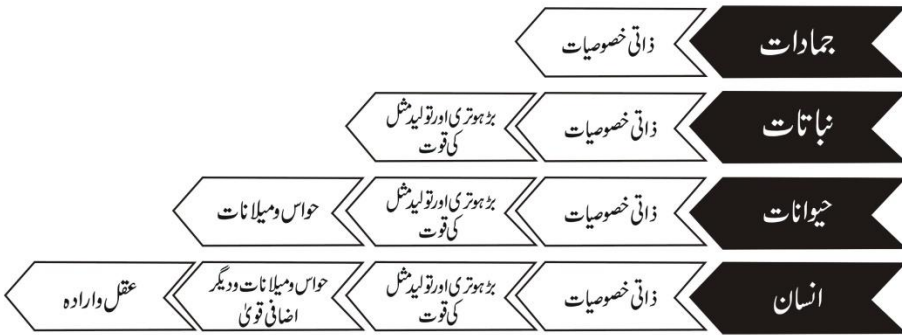
پس، اگر اس دنیا میں موجود مختلف مخلوقات کا مشاہدہ کریں تو یہ بات سامنے آتی ہے کہ انسان کے علاوہ دیگر تمام مخلوقات کو اپنے سفر حیات میں آگے بڑھنے کے لئے جو لوازمات درکار ہوتے ہیں وہ پروردگار کی جانب سے طبیعتاً یا جبلتاً ان کی سرشت میں رکھ دیئے گئے ہیں، اور یہ مخلوقات، اپنی جنس سے متناسب ضروری اعمال، بغیر کسی کے سکھائے انجام دینے کے قابل ہوتی ہیں۔ ان تمام مخلوقات میں فقط انسان وہ مخلوق ہے کہ جو ایسی قوتیں اور صلاحیتیں رکھتا ہے، کہ جن کو پروان چڑھانے کے لئے کسی اندرونی اور بیرونی ہدایت و رہنمائی کی لازمی ضرورت ہوتی ہے۔

دوسرا مقدمہ یہ ہے کہ، قرآن کریم نے متعدد مقامات پر اس حقیقت کا ذکر کیا ہے اور بحیثیت مسلمان ہم اس بات کے قائل ہیں کہ اس جہان فانی کی تنہا خالق اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس ہے۔" جس کے لیے آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور جس نے کسی کو بیٹا نہیں بنایا اور جس کی بادشاہی میں کوئی شریک نہیں ہے اور جس نے ہر چیز کو خلق فرمایا پھر ہر ایک کو اپنے اندازے میں مقدر فرمایا" (2:25) خداوند کریم کی ذات، وہ تنہا حقیقت ہے کہ جس

کے ساتھ نسبت کی وجہ سے اس کائنات میں ہر چیز کا وجود قائم اور قدر و قیمت برقرار ہے۔ خالق قدوس نے اس دنیا کی کوئی شیٔ عبث یا ناقص خلق نہیں فرمائی ہے۔ سورہ التین کی آیت نمبر ۴ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيم۔ ترجمہ: "بتحقیق ہم نے انسان کو بہترین اعتدال میں پیدا کیا۔" (4:95)، نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت الٰہی پر خلق کیا ہے۔(30:30) انسان نے اس دنیا میں اپنا سفر طے کرکے واپس بارگاہ حق میں پلٹ جانا ہے۔(2:156) یہاں وضاحت کے ساتھ اس امر کی نشاندہی کر دی گئی ہے کہ انسان کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے ایک مقصد کے تحت، تمام لوازمات اور ضروریات کے ہمراہ، اس دنیا میں کچھ عرصہ گزارنے کے لئے بھیجا گیا ہے۔ البتہ اگلے جہان میں منتقل ہونے سے قبل، بتائے گئے طریقہ کار کے مطابق اپنی ذمہ داریوں کی ادائیگی، اس دنیا میں نجات اور آنے والی دنیا میں سعادت کے حصول کا پیش خیمہ قرار دی گئی ہے: " جو لوگ ایمان لائے اور نیک اعمال انجام دیے ان کی نیک نصیبی ہے اور ان کے لیے بہترین ٹھکانا ہے" (13:29)

قرآن کریم کے مطابق انسان کی خلقت کی ابتدا مٹی(32:7) اور نطفہ(16:4) سے ہوئی اور خالق عالم نے اس میں اپنی روح پھونکی ہے۔(15:29) خداوند عالم نے انسان کو جسمانی اعتبار سے تخلیق کے مختلف مراحل سے گزارتے ہوئے (22:5) اس کو ارادہ، اختیار، عقل اور خلاقیت جیسی صفات سے بھی نوازا۔ نیز انسان کو زمین پر اپنا خلیفہ قرار دیتے ہوئے(2:30) اس دنیا میں ہر وہ چیز بھی خلق فرمادی جو اس کو یہ دنیاوی سفر طے کرنے کے لئے درکار تھی۔ انسان کی مادی ضروریات مہیا کرنے کے ساتھ ساتھ خداوند کریم نے انسان کی روحانی ضروریات پورا کرنے کا بندوبست بھی فرمایا: "اے لوگو! تمہارے پروردگار کی طرف سے (یہ قرآن) تمہارے پاس نصیحت اور تمہارے دلوں کی بیماری کے لیے شفا اور مومنین کے لیے ہدایت اور رحمت بن کر آیا ہے" (10:57) تاکہ انسان اپنی خلقت کے مقصد کو حاصل کرنے کے لئے کسی بھی لحاظ سے کسی انحراف کا شکار نہ ہو۔"اور میں نے جن و انس کو خلق نہیں کیا مگر یہ کہ وہ میری عبادت کریں" (51:56)۔ انسان کی ضروریات پورا کرنے کے اس بندوبست کو ہم ہدایت کے نام سے پہچانتے ہیں، جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو عقل و شعور عطا کرنے کے ساتھ ساتھ وحی، پیامبران اور الٰہی کتب کا وسیلہ بھی فراہم کیا۔ پس انسان، اللہ رب العزت کی ایک با استعداد اور باہدف تخلیق ہے، جو اپنے ارادہ کے ساتھ اپنی زندگی کے سفر کا راستہ متعین کرنے کا اختیار رکھتا ہے، جبکہ خداوند کریم نے اس کی ہدایت کے تمام ممکنہ لوازمات بھی فراہم فرمادیئے ہیں۔ اس لحاظ سے انسان اس قابل ہے کہ اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو درست سمت میں پروان چڑھا کر خداوند متعال کا قرب حاصل کرلے یا بصورت دیگر، ذلت اور گمراہی کی پستیوں میں گم ہو جائے۔

مندرجہ بالا دو مقدموں سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ہدایت یا رہنمائی کی ایک شکل وہ اندرونی استعداد ہے جو خداوند کریم نے انسان کے علاوہ دیگر مخلوقات کو ودیعت فرمائی ہے۔ یہ مخلوقات اس طبیعی ہدایت کے ساتھ خلق ہوئی ہیں، جو خلقت کے آغاز سے لے کر ان کے کامل ہونے تک، ہر قدم پر ان کی رہنمائی کرتی ہے۔ جیسے نباتات اور حیوانات اپنی حیات کے متعینہ ہدف تک بغیر کچھ جانے یا سیکھے، بڑھتے چلے جاتے ہیں۔ اس طرح یہ استعداد، ان مخلوقات کی سعادت کی ضامن قرار پاتی ہے۔ ہدایت کی ایک دوسری شکل وہ استعداد ہے جو انسان کو اشرف المخلوقات ہونے کے عنوان سے عطا کی گئی ہے۔ انسان اپنے ارادہ اور اختیار کے ساتھ، ہدایت پانے کی اس اندرونی استعداد کی نشو و نما کا ذمہ دار ہے، جبکہ اس ذمہ داری کی درست بجاآوری کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہدایت کے بیرونی وسیلے بھی فراہم کر دیئے ہیں۔ پس، ہدایت پانے اور رشد کرنے کے عنوان سے تربیت کا اصل موضوع انسان کی ذات ہے جو اپنی خلقت کے اعتبار سے تربیت پانے کی صلاحیت کا حامل بھی ہے اور اس کی شدید نیاز بھی رکھتا ہے۔ لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ تربیت کس مفہوم کی حامل ہے؟ اور کتنے مختلف پہلوؤں کو اپنے اندر سموئے ہوئے ہے؟ اس مقالہ میں انہی سوالات کے سیاق میں، لفظِ تربیت کا مختلف پہلوؤں سے لغوی جائزہ لیا گیا ہے۔ لہٰذا خود مفہوم کی اہمیت سے ہی اپنی بحث کا آغاز کرتے ہیں۔

مفہوم شناسی کی اہمیت

اللہ تعالیٰ نے دیگر مخلوقات کی نسبت، انسان کو اپنی بات بیان کرنے اور دوسروں کی بات سمجھنے کی خصوصی صلاحیت دی ہے۔ آغاز بشریت سے ہی چیزوں اور مفاہیم کے نام رکھنے اور اس طریقے سے اپنی فکر، سوچ اور تجربہ دوسروں تک منتقل کرنے کا سلسلہ جاری رہا ہے۔ آج کی دنیا میں بولی جانے والی مختلف زبانیں اسی سلسلے کی ایک لڑی ہیں۔ مختلف زبانوں میں، اشیاء اور مفاہیم کو بیان کرنے کے لئے مختلف الفاظ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ یہ الفاظ، دنیا کے مادی موجودات کو بیان کرنے، نیز انسانی ذہن میں موجود ذہنی نقوش اور مفاہیم کو دوسرے اذہان تک منتقل کرنے کے لئے وضع کیے گئے۔ مختلف وجوہات کی بنا پر اس بات کا امکان رہتا ہے کہ الفاظ جس معنی کے لئے وضع کئے گئے ہوں، اس معنی یا مفہوم کو درست انداز یا مکمل طور پر منتقل نہ کر پائیں۔ اس لئے لازم ہے کہ کسی بھی موضوع کو سمجھنے اور اسے صحیح طور پر درک کرنے کے لئے، اس کو بیان کرنے والے لفظ کے درست معنی اور مفہوم مکمل طور پر واضح ہوں۔ خاص طور پر، اس بات کی ضرورت اور اہمیت اس وقت اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے، جب کسی مفہوم کو بیان کرنے والا لفظ، جس زبان میں وضع کیا گیا تھا، اس زبان سے منتقل ہو کر کسی اور زبان میں مستعمل ہو جائے۔

'تربیت' کا لفظ اسی نوعیت کا ہے کہ جو عربی زبان میں ایک خاص مفہوم کا حامل ہے۔ عربی زبان کا یہ لفظ آج کل، فارسی اور اردو، دونوں زبانوں میں رائج ہے۔ اردو زبان میں عموماً اس لفظ سے کسی فرد کے دینی اور اخلاقی پہلو کی رشد اور پرورش مراد لی جاتی ہے۔ تربیت کو اکثراً تعلیم کے ساتھ عطف کرکے استعمال کیا جاتا ہے اور اس ترکیب میں تعلیم، ایک فرد کی فکر اور معلومات، جبکہ تربیت، اس فرد کی تہذیب اور اخلاق کو پروان چڑھانے کی ذمہ دار سمجھی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے تعلیم اور تربیت ایک ہی سطح پر ہوتے ہوئے، مل کر کسی فرد کی شخصیت کو بنانے کا مفہوم دیتے ہیں۔ مفہوم کی اس نوعیت میں، اس بات کا امکان ہے کہ تعلیم اور تربیت کے عملی دائرہ کار ایک دوسرے سے جدا ہوں اور یہ دونوں عمل الگ الگ بھی انجام پا سکتے ہوں، نیز ان دونوں موضوعات کے اپنے اپنے جدا اہداف رکھنا بھی ممکن ہو۔ نتیجتاً، کسی فرد کی تعلیم کا تربیت سے علیحدہ انتظام اور تربیت کا تعلیم سے کوئی سروکار نہ ہونے کا امکان بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ پس، تربیت کا مفہوم بہتر اور کلی انداز میں سمجھنا لازم ہے اور اس کے لئے ابتداً، تربیت کے مختلف لغوی معانی زیر بحث لانا ضروری ہیں، تاکہ اس لفظ کے مختلف پہلو اور خصوصیات واضح ہو جائیں۔

تربیت، عربی لغت میں

عربی لغت میں تربیت کے معنی جاننے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے اس لفظ کی بناوٹ کا جائزہ لیا جائے۔ جبکہ لفظ تربیت کی بناوٹ کو سمجھنے کے لئے ان دو نکات پر توجہ لازم ہے:

پہلا نکتہ، یہ ہے کہ عربی زبان کے قواعد کو دیکھا جائے تو اس زبان میں ایک لفظ کو مختلف صورتوں (صیغوں) میں ڈھالا جاتا ہے تاکہ اس لفظ سے مختلف معانی حاصل کئے جا سکیں۔ **دوسرا نکتہ**، عربی زبان کی ایک اور اہم خاصیت یہ ہے کہ ایک لفظ کو مختلف قالبوں میں ڈھال کر، اس لفظ کے معنی میں اس قالب کی مناسبت سے مزید معانی کا اضافہ کر دیتی ہے۔ اصطلاحی زبان میں ان قالبوں کو "باب" کہتے ہیں۔ مثال کے طور پر اصلی حروف "س ل م" سے لفظ "سلم"، اسی طرح کے ایک باب، بنام باب تفعیل میں جاکر "تسلیم" بن جاتا ہے اور اس طرح اس باب کا مصدر بن کر اس باب کی بناوٹ اور معانی کا حامل ہو جاتا ہے۔ باب تفعیل ایک لفظ میں ۷ طرح کے مختلف معنی اضافہ کر سکتا ہے۔ مثال کے طور پر باب تفعیل کی بناوٹ کا حامل ہو کر لفظ کے معنی میں تدریج کا مفہوم شامل ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ باب تفعیل کے معنوں میں کثرت، پھیلاؤ اور زیادتی کے مفاہیم بھی شامل ہیں۔[5] لہٰذا، اگر لفظِ تربیت کا عربی لغت میں جائزہ لینا چاہیں تو اولاً یہ دیکھنا ہوگا کہ اس لفظ کے اصلی حروف اور ان کے معنی کیا ہیں، اور ثانیاً اس بات کا تعین کرنا ہوگا کہ یہ لفظ کس باب میں منتقل ہو کر کس بناوٹ اور معنی کا حامل ہوا ہے۔ ان دو مراحل سے گزر کر تربیت کے لغوی معنی کے بارے میں ایک رائے قائم کی جاسکے گی۔

مذکورہ بالا نکات کی روشنی میں عرب زبان کے ماہرین میں اس بات پر کوئی اختلاف نہیں کہ عربی زبان میں تربیت کا لفظ، باب تفعیل کا مصدر ہے[6] اور اس کے معنوں میں زیادہ ہونے اور تدریج کا مطلب پایا جاتا ہے۔ لیکن لفظ تربیت، باب تفعیل میں آنے سے پہلے کن اصلی حروف (Roots) کا حامل تھا، اس بارے میں کچھ لغت شناسوں کا کہنا ہے کہ اس کے اصلی حروف ۲[7] اور کچھ ماہرین کے مطابق ۳[8] ہیں۔ ماہرین کے ایک طبقہ کی رائے کے مطابق تربیت کے اصلی حروف "ر ب و" جبکہ دوسرے طبقہ کی رائے کے مطابق اصلی حروف "ر ب ب" ہیں۔[9] ذیل میں ہم ان دونوں Roots کے مطابق تربیت کے مفہوم کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

"ر ب وٌ" کے لغوی معنی

لغت میں "ر ب و"، بڑھوتری، زیادتی، رشد، نشو و نما یا افزائش کے معنی میں آیا ہے[10]، جیسے معجم مقائیس اللغۃ میں یوں لکھا ہے": الراء و الباء الحرف المعتل و كذلك المهموز منه، يدل على اصل وحد و هو الزيادة و النماء و العلو" [11] یعنی ربو، ربی، اور ربأ، تمام الفاظ، زیادتی، بلندی یا رشد کے معنی میں استعمال ہوتے ہیں۔ اسی طرح مفردات قرآن[12]، مجمع البحرین [13] اور لغت لسان العرب [14] میں بھی یہی معنی ذکر ہوا ہے۔ اگر جناب راغب اصفہانی کی مفردات القرآن میں اصلی حروف "ر ب و" کے ذیل میں دیکھیں تو "رَبوَۃ" یا" رَبَاوَۃ "، بلند جگہ یا "ٹیلہ" کو کہتے ہیں، جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے، "آوَيْناهُما إِلى رَبْوَةٍ ذاتِ قَرارٍ وَ مَعِين" ترجمہ: "انہیں ہم نے ایک بلند مقام پر جگہ دی جہاں اطمینان تھا اور چشمے پھوٹتے تھے۔" (23:50)۔

انہی اصلی حروف سے لفظ "ربَا" ہے جس کے معنی بڑھنے اور بلند ہونے کے ہیں، جیسے ارشاد باری تعالیٰ ہے: "فَإِذَا أَنزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَاءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَت" ترجمہ: "جب ہم اس پر پانی برساتے ہیں تو یہ جنبش میں آ جاتی ہے اور ابھرنے لگتی ہے۔" (22:5)۔ اصل سرمایہ پر زیادتی کو بھی "ربا" کہا جاتا ہے۔ اسی طرح ایک اور لفظ "الربو"، سانس پھولنے یا چڑھنے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ جبکہ ایک لفظ "اربی" ہے جس کا مطلب کسی پر بلند یا نگران ہونا ہے۔ نیز انہی اصلی حروف سے ایک لفظ "ربیت" تربیت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے "رَبَيتُ الوَلَدَ فَرَبَا" یعنی میں نے بچے کی تربیت کی چنانچہ وہ بڑھ گیا۔" خلاصہ یہ کہ "ر ب و" کے اصلی حروف چار معانی کے لئے استعمال کیے جاتے ہیں: ۱) زیادتی، بڑھوتری؛ ۲) بلندی؛ ۳) کسی چیز کی افزائش یا مادی رشد ۴) کمیت میں زیادتی۔

"ر ب ب" کے لغوی معنی

"ر ب ب" بہت سارے معانی رکھتا ہے، جیسے زیر نگرانی اور زیر سرپرستی پرورش[15]، حفاظت، توجہ اور سرپرستی[16]، کسی چیز کی اصلاح کی ذمہ داری اور اس کی انجام دہی کی تدبیر[17] یا کسی چیز کی ایجاد اور اس کو بتدریج کامل کرنا[18]، کسی چیز کو تمام اور کامل کرنا، کسی چیز کو اس کے کمال کی طرف لے جانا اور اس کے نقائص و کمی کو دور کرنا یا ادب سکھانا۔[19]

"ر ب ب" یا "ربّ"، لغت میں خالقیت، مالک، رئیس، مربی اور مدبر کے معنی میں بھی آیا ہے۔[20] جناب مرتضیٰ زبیدی اس بارے میں یوں رقم طراز ہیں: "فالرب، المالك و الخالق و الصاحب و الرب المصلح للشئی"[21] یعنی: "ربّ یعنی مالک، خالق، صاحب یا کسی چیز کا اصلاح کرنے والا۔" جبکہ لغت لسان العرب کے مؤلف، جناب ابن منظور لکھتے ہیں کہ": الرب یطلق فی اللغة علی المالك و السید و المدبر و المربی۔۔۔"[22] یعنی: "لغت میں رب مالک، سردار، مدبر، پالنے والا وغیرہ کے معنی میں آیا ہے۔۔۔"

جناب راغب اصفہانی، مفردات القرآن میں اصلی حروف "ر ب ب" کے ذیل میں ذکر کرتے ہیں کہ الرَّبُّ کے اصل معنی "تربیت کرنا" یعنی کسی چیز کو تدریجاً نشو ونما دیکر حد کمال تک پہنچانے کے ہیں، یعنی کسی چیز کو یکے بعد دیگرے ایک حالت سے دوسری حالت میں اس طرح نشو نما دیتے رہنا کہ وہ اپنے حد کمال تک پہنچ جائے۔ ان کے بقول، رَبٌّ کا لفظ اصل میں مصدر ہے اور استعارتاً فاعل کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔[23]

لفظ "ربّ" کی خاصیت یہ ہے کہ یہ لفظ، صرف اللہ تعالیٰ کے لئے مختص ہے۔ اگر یہ لفظ "اضافت" یا "لام تعریف" کے بغیر ہو تو سوائے اللہ تعالیٰ کے، کہ جو جملہ موجودات کے مصالح کا واحد کفیل ہے، کسی پر اس کا اطلاق نہیں ہوتا جیسے قرآن کریم میں ارشاد ہے، "بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَ رَبٌّ غَفُور"۔ ترجمہ: "ایک پاکیزہ شہر (ہے) اور بڑا بخشنے والا پروردگار" (34:15) جبکہ اضافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے لئے بھی استعمال کیا جاسکتا ہے جیسے قرآن کریم میں ذکر ہے، "اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِين" ترجمہ: "ثنائے کامل اللہ کے لیے ہے جو سارے جہان کا پروردگار ہے" (1:2)، اور اللہ تعالیٰ کے علاوہ دیگران کے لئے بھی، جیسے "فَأَنسَىٰهُ الشَّيْطَٰنُ ذِكْرَ رَبِّهِ" ترجمہ: "مگر شیطان نے اسے بھلا دیا کہ وہ اپنے مالک سے یوسف کا ذکر کرے" (42:12)، یا جیسے "رَبُّ الفَرَسِ" یعنی گھوڑے کا مالک۔ ان اصلی حروف کا ایک اور لفظ "ربّانی" ہے، جس کو "ربّان" (صفت) یا "ربّ" (مصدر) کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ اگر صفت کی طرف نسبت دیں تو ربانی وہ ہے جو علم کی پرورش کرے، جیسے حکیم وہ ہے جو حکمت کو فروغ

دے۔اور اگر مصدر کی طرف منسوب کریں تو ربانی کا مطلب وہ فرد ہے جو علم سے اپنی پرورش کرے۔ در حقیقت یہ دونوں معنی متلازم ہیں کہ جو بھی علم کی پرورش کرے گا، وہ اس کے ذریعے اپنی تربیت کرے گا اور جو اپنی ذات کی تربیت کرے گا وہ علم کو بھی فروغ بخشے گا۔

ایک اور لفظ "رابۃ" ہے، یعنی وہ بیوی جو اپنے پہلے شوہر سے پیدہ شدہ اولاد کی تربیت کر رہی ہو جبکہ "ربیب" یا "ربیبۃ" وہ اولاد ہے جو پہلے شوہر سے ہو اور دوسرے شوہر کے زیر تربیت ہو یا پہلی بیوی سے ہو اور دوسری بیوی کی آغوش میں تربیت پا رہی ہو۔ اس کے علاوہ ایک اور لفظ "الرباب" ہے جو بادل کو کہتے ہیں، کیونکہ وہ بارش برسا کر نباتات کی پرورش کرتا ہے اور انہیں بڑھاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ "ر ب ب" کے اصلی حروف درج ذیل معانی کے لیے استعمال کیے جاتے ہیں:

۱۔ زیر نگرانی یا زیر سرپرستی پرورش

۲۔ حفاظت و توجہ

۳۔ کسی چیز کی اصلاح و تدبیر

۴۔ کسی چیز کی ایجاد اور اسے کامل کرنا

۵۔ مالک و مدبر

۶۔ تربیت کرنا

۷۔ تربیت اور پرورش کرنے والا، مربی یا استاد

۸۔ تربیت اور پرورش پانے والا، متربی یا شاگرد

تربیت، اردو، فارسی اور انگریزی لغت میں

اردو لغت بورڈ، کراچی کی ترتیب کردہ اردو لغت کے مطابق تربیت کے معنی تعلیم، تادیب، اخلاق و تہذیب کی تعلیم، سکھانا، سدھانا، پروان چڑھانا اور پرورش بیان ہوئے ہیں[24]۔ جبکہ فیروز اللغات جامع میں تربیت سے مراد پرورش، پالنا، تعلیم و تہذیب اور تعلیمِ اخلاق ہے۔[25] فارسی فرہنگ معین میں تربیت کے معنی پرورش کرنا اور ادب و اخلاق سکھانا ذکر ہوئے ہیں۔[26] لغت نامہ دہخدا میں تربیت، پرورش، تادیب، تغذیہ اور تہذیب کے معنی میں آئی ہے۔[27] جبکہ فرہنگ عمید میں تربیت کے معنی پرورش کرنے اور کسی کو ادب و اخلاق سکھانے کے معنی میں ذکر ہوئے ہیں۔[28] انگریزی زبان میں تربیت کے مترادف کے لئے لفظ "Education" سے استفادہ کیا جاتا ہے۔[29] اس کلمہ کا بنیادی لاطینی ریشہ 'dux' یا 'ducis' ہے، جس کے معنی رہبر اور رئیس کے ہیں۔ ایجوکیشن کا لفظ، خود دو (۲)

لاطینی الفاظ سے مشتق ہے، ایک Educare (ایدوکارے) اور دوسرے Educere (ایدوچارے) [30] Educare، حیوان اور انسان دونوں کے بارے استعمال کیا جاتا ہے، اور اس کے معنی پروان چڑھانے اور شکل و صورت دینے کے ہیں۔ جبکہ Educere کے معنی پرورش کرنے اور انسان کی بالقوہ توانائیوں کو عملی کرنے کے ہیں۔[31] اس لحاظ سے لفظ"ایجو کیشن"کے معنی میں جسمانی اور روحانی، دونوں عناصر کی پرورش پوشیدہ ہے، لیکن فی زمانہ"ایجو کیشن"کے لفظ کو صرف علوم وفنون کے انتقال کے معنی میں ہی استعمال کیا جاتا ہے۔[32]

تربیت، قرآن کریم میں

خود لفظ تربیت، باب تفعیل کے مصدر کے عنوان سے قرآن میں نہیں آیا ہے،[33] لیکن "ر ب ب" اور "ر ب و" کے دیگر مشتقات، آیاتِ قرآن میں فراوان ذکر ہوئے ہیں۔[34] جیسے ربی، ربنا، ربه، ربانيين، ربانيّون، ربّيون، ربائب، ربها، ربكم۔[35] ان دو ریشوں (اصلی حروف) میں سے اصلی حروف "ر ب ب" کے مشتقات، "ر ب و" کے مشتقات سے کہیں زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔[36] اصلی حروف "ر ب و" کے مشتقات غیر از انسان، مادی چیزوں کی کثرت اور زیادتی کے لئے زیادہ استعمال ہوئے ہیں۔

انسان کے بارے میں اصلی حروف "ر ب و" کے مشتقات، قرآن کریم کی ۲آیات میں استعمال ہوئے ہیں[37]، اور وہ مشتقات رَبَّيَانِي (17:24) اور نُرَبِّكَ (26:18) ہیں۔ ان دو آیات میں سے پہلی آیت پر دقت کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اولاً، یہ مشتق انسان کی عمر کے ابتدائی بچپن کے دور کے لئے استعمال ہوا ہے اور ثانیاً، اس مشتق کا استعمال غالباً رشد جسمانی اور ظاہری نشو و نما کے لئے ہوا ہے[38]، البتہ چند محققین اس بات کے بھی قائل ہیں کہ اس معنی میں غیر جسمانی پرورش بھی شامل ہے، کیونکہ والدین بچے کی ہر قسم کی تربیت کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ جبکہ دوسری آیت میں فرعون کے ذریعے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی پرورش کا تذکرہ ہے۔ اگرچہ اس بات کا امکان نہیں ہے کہ فرعون نے آپ کی روحانی پرورش کا کوئی اہتمام کیا ہو، لیکن جناب موسیٰ علیہ السلام کی پرورش میں فرعون کے ہمراہ جناب آسیہ (ع) کی شمولیت بھی تھی، اور آیت شریفہ میں صیغہ بھی جمع کا استعمال کیا گیا ہے ،اس لیے یہ احتمال دیا جاسکتا ہے کہ یہاں بھی ہر دو، جسمانی اور غیر جسمانی پرورش مراد ہو۔

یہاں پر ایک نکتہ یہ بھی ہے کہ ہر چیز میں زیادتی اس کی جنس کی مناسبت سے ہوتی ہے۔ اسی لئے مال کی زیادتی کمیت کے لحاظ سے ہے ، لیکن انسان کے بارے میں کہہ سکتے ہیں کہ جسم کے رشد اور پرورش کے ساتھ ساتھ ، انسان کی روحانی قوتوں ، باطنی استعدادوں اور توانائیوں کا رشد بھی مقصود ہے، اس لحاظ سے والدین کے تربیت کرنے سے بچہ کی ذات کے ہر پہلو کی پرورش مراد ہے۔ لہذا یہ کہا جاسکتا ہے کہ اگر لفظِ تربیت، اصلی حروف 'ر ب

و' سے ہی اشتقاق یافتہ ہو تو اس کا مفہوم صرف جسمانی تربیت نہیں بلکہ اس سے، انسان کی نسبت، اس کے تمام جسمانی و روحانی پہلوؤں کی افزائش و رشد مراد ہے، پس اس کا معنی عام ہوگا اور انسان کی ذات کے تمام پہلوؤں کی پرورش کو شامل کرے گا۔

اصلی حروف 'ر ب ب' سے کلمہ 'ربّ'، خداوند کریم کی صفت ربوبیت کے حوالے سے قرآن مجید میں کثرت سے استعمال ہوا ہے، اکثر مترجمین قرآن نے سورہ الحمد میں ربّ کے معنی، اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر، 'پالنے والے' کے ہی کیے ہیں[39]۔ اصلی حروف 'ر ب ب' کے مشتقات میں سے ربانییّن (3:79) یا ربانیّون (5:63) ربّیون (3:146) اور ربائب (4:23) وہ مشتقات ہیں[40] جو انسان کے بارے میں ۵ مختلف آیات میں استعمال ہوئے ہیں۔ "ربانیین"، "ربّانی" کی جمع ہے۔ یہاں پر ربانی کے دو مطلب ہو سکتے ہیں، یا ربانی وصف ہے اور اس کے معنی تربیت کرنے والے یا مربی کے ہیں، یا ربانی کے اندر تکثیر کا معنی ہے اور یہ اس کو کہا جاتا ہے جو علم و عمل میں صرف خدا کی طرف متوجہ ہو اور اس کے غیر کی طرف کوئی دھیان نہ کرے۔ معنی اول کو علامہ طبرسی اور دیگر کلمہ شناسان کی تائید حاصل ہے[41]، جبکہ معنی دوم کو علامہ طباطبائی نے قبول کیا ہے[42]۔ البتہ علامہ طباطبائی نے سورہ مائدہ کی آیت ۴۴ اور ۶۳ کی تفسیر کے ذیل میں ربانیون کو مربی کے معنی میں بھی ذکر کیا ہے[43]۔ خدا کے نزدیک ہونے کا لازمہ اخلاق حمیدہ اور اعمال صالحہ ہیں، اور ایسے موَدب، شائستہ اور خدا کے مقرب بندے خود بخود لوگوں کے مربی قرار پاتے ہیں، جبکہ باہدف تربیت کرنے والا، صرف خدا کی رضا کی خاطر سب کچھ کرتا ہے۔ اس لحاظ سے ان دونوں معنوں میں بھی تلازم پایا جاتا ہے۔[44]

"ربیّون" کے ذیل میں اکثر جگہ وہی مراد لیا گیا ہے کہ کوئی غیر خدا میں مشغول نہ ہو اور اس کا خدا سے محکم اور مسلسل رابطہ ہو۔ البتہ تفسیر روشن میں اس کا معنی تربیت شدگان بھی کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ "ربیّ" کی جمع ہے اور ربیّ دراصل کلمہ "ربّہ" اور مصدر ہے[45]۔ اس کا ایک مطلب، پیغمبر کے پیروی کرنے والے بھی بنتا ہے۔[46]

ان ۴ آیات میں مربی، متربی اور ان کی صفات کو بیان کیا گیا ہے۔ قرآن کریم میں موجود "ربیّ" اور "ربانی" کے کلمات، جو آج کل کی اصطلاحات کے مطابق شاگرد اور استاد سے مناسبت رکھتے ہیں، ربّ سے ہی منسوب ہیں اور تربیت کی خصوصیات سے متعلقہ قرآنی نکتہ نظر کے بیان گر ہیں۔ ربیّ کی نسبت، ربّانی کے کلمہ میں ربّ کے ساتھ یہ نسبت زیادہ ہے (حرف نون کے اضافے کی وجہ سے)، اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ شاگرد کی نسبت، استاد کا خدا سے رابطہ اور تعلق حتماً زیادہ اور گہرا ہونا چاہیے تاکہ وہ تربیت پانے والوں کی بھرپور ہدایت کر سکے۔ توجہ کا طالب اہم نکتہ یہ ہے کہ تربیت، تربیت کرنے والے، اور تربیت پانے والے، ان تینوں کا مبداء، محور اور نقطہ

ارتکاز، فقط خداوند عالم کی ذات گرامی ہے۔ آخری کلمہ "ربائب" ہے، جس کے بارے میں پہلے ذکر گزر چکا کہ یہ "ربیبہ" کی جمع ہے اور بیوی کی اس اولاد کے بارے اس استعمال کیا جاتا ہے جو دوسرے شوہر کے زیر سایہ پرورش پا رہی ہو[47]۔

اس بحث کے خلاصہ کے طور پر یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر اصلی حروف "ر ب ب" کے قرآن شریف میں استعمال کا جائزہ لیں تو اس کے مشتق شدہ الفاظ میں سے لفظ "ربّ" کے "پالنے والے" اور "پروردگار" کے معنی کے عنوان سے اور دوسرے "ربّانی" اور "ربیّون" کے "مربی" و "متربی" کے معنی کے ذیل میں، تربیت کے قرآنی مفہوم کی خصوصیات واضح ہوتی ہیں۔ اسی طرح اصلی حروف "ر ب و" کے استعمال کے موارد سے واضح ہوتا ہے کہ پرورش کا مفہوم فقط جسمانی رشد میں محصور نہیں، بلکہ ہر قسم کا رشد منظور نظر ہے[48]۔ لہٰذا، قرآن کریم کی نظر میں تربیت کا مفہوم ایک شخص کو انسان ہونے کے ہر پہلو کے لحاظ سے الٰہی اور مقرب خدا انسان بنانا ہے[49]۔

تربیت کی خصوصیات

تربیت کا لفظ کن اصلی حروف سے مشتق ہوا ہے اور ان میں سے کونسا بنیادی ہے اور کونسا ثانوی، اس بارے میں کلمہ شناسان کی نظر میں اختلاف پایا جاتا ہے، لیکن مجموعی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ لغت شناسان کے نزدیک، لفظِ تربیت کا معنی بہت وسیع ہے اور یہ رشد و پرورش کے تمام جسمانی اور روحانی پہلوؤں کو اپنے اندر شامل رکھتا ہے[50]۔ لفظ تربیت کے اصلی حروف اور لغت کے بارے میں کی گئی اب تک کی بحث کی روشنی میں، تربیت کے مفہوم سے متعلق درج ذیل نکات پیش خدمت ہیں:

1) 'ر ب ب' کے اصلی حروف اپنے اندر دو بنیادی عناصر رکھتے ہیں، ایک مالکیت اور دوسرے تدبیر؛ یعنی 'ربّ' بمعنی مدبر مالک ہے۔ ایک ایسا مالک جو صاحب مملوک ہے اور اس ملکیت کی تنظیم و تدبیر بھی فقط اسی کے ہی اختیار میں ہے۔ کائنات کی ایسی حقیقی مالک صرف ایک ذات ہے، اس کے علاوہ تمام مالکیتیں اس کی عطا کردہ اور اعتباری ہیں۔

2) پروردگار عالم نے اس کائنات کے حقیقی مبدا، مالک اور مدبر ہونے کے عنوان سے موجودات کو، تمام درکار صلاحیات اور استعدادوں کے ساتھ ہی خلق فرمایا۔ اس مادی دنیا میں موجودات کی ان صلاحیتوں کی سرپرستی نیز انکو نکھارنے اور افزائش دینے کے لیے مناسب ماحول کی فراہمی درکار ہے، اس کام کے لئے بھی اللہ تعالیٰ نے ہی مختلف قسم کے وسیلے قرار دیئے ہیں۔ اصلی حروف 'ر ب ب' اور 'ر ب و' میں کمیت اور کیفیت نیز جسمانی

اور غیر جسمانی حوالے سے پرورش اور رشد کے مفاہیم سے یہی مراد ہے کہ پہلے سے موجود ان استعدادوں کی، انہی دیئے گئے وسائل کی مدد سے پرورش کرنے کی تدبیر کی جائے۔

3) اعتباری مالکیت اپنے ساتھ ذمہ داری لے کر آتی ہے، لہٰذا اس دی گئی ملکیت کی سرپرستی، نگرانی اور ہر قسم کے فساد اور ضرر سے بچاؤ، صاحب ملکیت کے ذمہ ہوتی ہے۔اس کے علاوہ اس ملکیت کی بہبود اور سلامتی کی تدابیر بھی اسی سرپرستی کا جزو قرار پاتی ہیں ،۔ اصلی حروف 'ر ب ب' میں سرپرستی اور نگرانی کا معنی اسی خصوصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

4) اگر مورد نظر چیز ایسی ہو جو قابل تغیر ہو اور رشد کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو، جیسے انسان ،تو اس کو ایک حالت سے دوسری حالت میں منتقل کرنے ،اور اس کی جنس کے متناسب ، اس کے مقررہ ہدف تک پہنچانے، یا باالفاظ دیگر کامل کرنے کی اضافی ذمہ داری بھی اس کے مسئول اور مدیر کے ذمہ ہوتی ہے۔اس مقصد کی خاطر درکار تمام لوازمات کی فراہمی اس ذمہ داری کا لازمہ ہے۔'ر ب ب' میں شامل ، کسی چیز کو ایجاد کرنے اور کمال تک پہنچانے کے معنی ، یہی مفہوم رکھتے ہیں۔

5) یہاں تربیت کے دو اراکین یعنی مربی (تربیت دینے والا) اور متربی (جس کو تربیت دی جائے) کا نقش بھی واضح ہوتا ہے، کہ جس میں مربی ، متربی کی تربیت اور پرورش کے تمام امور پر دقت کرتا ہے، اور متربی کے جسمانی اور غیر جسمانی تمام امور کی افزائش اور رشد کو مورد نظر قرار دیتا ہے۔ 'ر ب ب' اور 'ر ب و' کے معانی کا باہم اشتراک یہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

6) ہدف کی طرف بڑھانے اور کمال تک پہنچانے کے ذمہ دار یعنی مربی کے لئے ، کامل ہونے والی شئی یعنی متربی کی صلاحیتوں، استعدادوں، قابلیتوں اور حالتوں وغیرہ کے بارے میں کامل آگاہی اور معرفت لازمی ہے۔ایک اور اہم پہلو خود مربی کا ان تمام پہلوؤں پر تسلط اور حصول ہے تاکہ اپنے زیرِ تربیت کی درست رہنمائی کرسکے۔لفظِ تربیت کا باب تفعیل سے ہونا ، عامل کے اثر گذار ہونے اور معمول کے اثر پذیر ہونے کا یہی مفہوم اپنے اندر رکھتا ہے۔

7) ہدف تک پہنچنے اور کمال کے حصول کے لیے ضروری ہے کہ تمام موجود صلاحیتیں یا استعدادیں پرورش کے لئے بیک وقت مورد نظر ہوں اور افزائش پا سکیں۔یہ ہمہ جانب پرورش اور صلاحیتوں کی کامل افزائش ، 'ر

ب و' میں زیادتی، بڑھوتری اور بلندی کے معانی کی مصداق ہے۔اس کے ساتھ ساتھ باب تفعیل کے کثرت کا معنی بھی اس میں شامل ہو کر مزید اضافے کی تاکید کرتا ہے۔

8) کسی ایک یا چند مخصوص صلاحیتوں کی زیادہ افزائش، جبکہ باقی استعداوں کی پرورش سے پہلو تہی، کمال کے حصول میں رکاوٹ ہے۔ صلاحیتوں کی پرورش میں تعدیل، مربی اور متربی ہر دو کی جانب سے اصلاح اور تدبیر کی محتاج ہے۔ 'ر ب ب' میں مصلح کا معنی اور باب تفعیل میں اثر گذاری اور اثر پذیری کا مطلب، تربیت کے لفظ میں یہ خصوصیت شامل کرتے ہیں۔

9) کمال کا حصول دفعی امر نہیں ہے بلکہ ایک زمان کا متقاضی ہے اور تدریجاً حاصل ہوتا ہے۔ مختلف مدارج کے لحاظ سے اس کے مختلف مراحل ہوتے ہیں، جو ایک کے بعد ایک طے کیے جاتے ہیں۔ لفظِ تربیت کا باب تفعیل سے ہونا، تدریج کی اسی خصوصیت کا متضمن ہے۔

10) کامل کرنے کی ذمہ داری، مسلسل کوشش، نگرانی اور مستقل مزاجی کی متقاضی بھی ہوتی ہے، اس کے علاوہ ایک اور اہم پہلو، اپنی زیر نگران چیز کی، اس کے کمال کی سمت حرکت سے کسی بھی قسم کی روگردانی کی اصلاح اور اسے واپس اپنی اصلی حالت پر لانے کا ہے۔ یہ امور اصلاح، تدبیر، توجہ اور تسلسل کے مفاہیم کے مصادیق ہیں، جو لفظِ تربیت کے اصلی حروف میں پائے جاتے ہیں۔

11) تغیر، تدریج اور تعدیل وغیرہ کے مفاہیم ایک اور چیز کے متقاضی بھی ہیں اور وہ یہ کہ تربیت، صناعت کی صنف سے تعلق نہیں رکھتی کہ کسی چیز کو انفعالی انداز میں آہستہ آہستہ بنا ڈالیں۔ بلکہ تربیت، لوازمات کی فراہمی اور ان کی تدبیر کا نام ہے کہ جن کی مدد سے متربی بتدریج رشد اور نشو ونما پاتا ہے، اس لحاظ سے تربیت کرنے کے بجائے دینے کا عمل ہے، جہاں پر ایک متربی کی جنس سے متناسب ضروریات اور لوازمات پر مشتمل ماحول کو فراہم کیا جاتا ہے، اور متربی فعالی انداز میں، اختیاراً اپنے رشد کا سفر طے کرتا ہے۔

12) 'ر ب ب' کے معنی کے مطابق ایک حالت سے دوسری حالت میں تغیر اور رشد کی صلاحیت، اس امکان کی حامل ہے کہ معمول تمام ممکنہ اور متعلقہ، وسیلوں، ذریعوں یا عوامل سے اثر قبول کر سکے۔ اس لحاظ سے تربیت کسی ایک خاص مکان، زمان یا مخصوص عامل تک محدود نہیں رہتی۔ البتہ اس بات کا امکان ہے کہ اثر گذاری کے لحاظ سے کوئی زمان، مکان یا عامل نسبتاً زیادہ موثر ہو۔

13) انسان ایک اجتماعی مخلوق ہے، اس لحاظ سے اجتماع سے اثر قبول بھی کرتا ہے اور اسی طرح اجتماع پر اثر گذار بھی ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ خود تربیت کا مفہوم بھی کسی خاص زمان و مکان یا عامل میں محدود نہیں، اور عمومی اثر پذیری کا پہلو رکھتا ہے، لہٰذا کہہ سکتے ہیں کہ تربیت انفرادی پہلو رکھنے کے ساتھ ساتھ اجتماعی پہلو بھی رکھتی ہے۔

14) تربیت، تغیر، اصلاح اور اختیار جیسے مفاہیم کی حامل ہے، اس کے ساتھ ساتھ عمومی اثر گذاری اور اثر پذیری کا عنصر بھی اس موضوع میں شامل ہے۔ اس لیے اس بات کا امکان بھی ہے کہ تربیت پانے والا، اصلاح کی عدم موجودگی یا عدم قبولیت کی صورت، منفی اثر قبول کرلے اور اس اثر کے تحت اس کے سفر کی سمت، صعودی کے بجائے نزولی ہو جائے۔

15) تربیت کی مثبت یا منفی جہت کا امکان، تربیت کے با ہدف ہونے اور رکھے جانے کی اہمیت کو ظاہر کرتا ہے۔ ساتھ ہی اس کے اصلی حروف کا لفظ 'ربّ' سے متعلق ہونا، اس کی درکار مثبت جہت اور ہدف کا تعین بھی کر دیتے ہیں۔

16) کمال کی طرف حرکت، یعنی استعدادوں کی رشد و ترقی، باب تفعیل کے کثرت اور زیادتی کے مفہوم کا مصداق ہے۔ یہاں ایک جالب نکتہ یہ ہے کہ رب مطلق کی جانب سے تفویض کردہ پرورش کی یہ ذمہ داری، اس کمال کی طرف حرکت کی تشویق کرتی ہے کہ جس کی کوئی انتہا نہیں، اس لحاظ سے کثرت و کمال کا یہ سفر ہمیشہ جاری رہتا ہے۔

تربیت کا مفہوم

تو تربیت (چاہے اصلی حروف 'ر ب و' سے ہو یا 'ر ب ب' سے، یا ان دونوں سے) کے معنی پرورش کرنے اور کسی شئی کو درکار تمام ضروریات بہم پہنچا کر اس چیز کو بتدریج اس کے کمال تک پہنچانے کے بنیں گے، اور اس مفہوم میں اصلاح، تدبیر، تادیب، حفاظت، نگرانی، بتدریج کمال، مالکیت، ولایت، سرپرستی، تغذیہ، رشد، افزائش، بڑھوتری، نشو و نما وغیرہ کے معنی شامل ہوں گے[51]۔ نیز یہ کہ تربیت صرف کمیت کی زیادتی اور جسمانی پہلو تک محدود نہیں ہوگی بلکہ تمام ممکنہ مادی و غیر مادی پہلوؤں اور کیفیت کی بالاتری کو بھی اپنے مفہوم میں شامل رکھے گی۔ اسی طرح تربیت دینا، یعنی کسی چیز کو، اس کے مقدر کردہ ہدف کی جانب، اس کی ذاتی استعداد

وں اور فطری صلاحیتوں کے مطابق، مرحلہ بمرحلہ مرتبہ کمال کو پہچانا۔اس پرورش میں محبت، شفقت، حفاظت، نگہداشت اور امنیت کا عنصر موجود ہے۔ جیسے والدین بچے کو پالتے ہیں اور اس کی ہر ضرورت کو اس کی موجودہ استعداد کے مطابق، بروقت اور حسب موقع پورا کرتے ہوئے اس کو ہر ضرر اور نقصان سے بچا کر رکھتے ہیں[52]۔
کلی طور انسان وہ موجود ہے جو مختلف استعداد اور صلاحیتیں لے کر پیدا ہوتا ہے، لیکن یہ صلاحیتیں خام حالت میں ہوتی ہیں اور ان کو رشد وہدایت کی ضرورت ہوتی ہے۔اس رشد وہدایت کے مناسب ماحول کی فراہمی کو تربیت کا نام دیا جاتا ہے اور اس ہدف کے لیے درکار ہر چیز، خواہ وہ جسم کے لئے ہو یا روح کے لئے، مادی ہو یا غیر مادی، پیدائش سے پہلے درکار ہو یا بعد میں، ارادی طور پر حاصل ہو یا غیر ارادی طور پر، رسمی طور پر لی جائے یا غیر رسمی طور پر، کل وقتی ہو یا جز وقتی، اختیاری ہو یا اجباری، اکتسابی ہو یا وراثتی، انفرادی ہو یا اجتماعی، تربیت کے موضوع کے زمرے میں قرار پائے گی۔

تعلیم

تربیت کے موضوع سے متعلقہ کلمات میں سے ایک اہم کلمہ تعلیم ہے۔ تعلیم اور تربیت ایک دوسرے کے مترادف یا مساوی نہیں ہیں۔ تعلیم کا مفہوم ایک خاص پہلو کا حامل ہے اور تربیت کے عام مفہوم کا ایک جز ہے۔ اس لحاظ سے تربیت اور تعلیم میں عام اور خاص کی نسبت بنتی ہے اور انسان کی تعلیم کا انتظام کر دینا، تربیت کے صرف ایک جز کو پورا کرنا ہے۔البتہ تعلیم، ہمیشہ تربیت کے مقدمہ کے طور پر، تربیت کے پہلوؤں کی مناسبت سے، تربیت پر مقدم ہوتی ہے۔اس کے علاوہ تربیت ایک کلی ہدف رکھتی ہے، اور تعلیم اسی کلی ہدف کے ذیل میں انجام پاتی ہے۔ لہٰذا وہ تعلیم، تربیت کا جز ہے جو تربیت کے اس کلی ہدف سے ہم آہنگ ہو۔

نتیجہ بحث

انسان اپنی زندگی کے آغاز میں، جسمانی طور پر ضعیف ہوتا ہے اور اپنی زندگی کی بقا کے لئے دوسرے انسانوں کا شدید نیاز مند ہوتا ہے۔رفتہ رفتہ وہ اپنی جسمانی نیاز خود پورا کرنے کے قابل ہو جاتا ہے۔اس کے ساتھ ساتھ اس کی روحانی نیاز اور ضروریات بڑھنا شروع ہو جاتی ہیں۔ نیز انفرادی ضروریات کے علاوہ، اجتماعی ضروریات بھی اس فہرست میں شامل ہو جاتی ہیں۔ ان تمام ضروریات کو پورا کرنے اور ذمہ داریوں سے بطریق احسن عہدہ براں ہونے کے لیے، پروردگار نے انسان کے اندر تمام مطلوبہ صلاحیتیں اور استعدادیں رکھ دی ہیں۔انسان کی ان صلاحیتوں کی پرورش کرنے اور نکھارنے کے لئے ایک ماحول درکار ہوتا ہے۔ایک ایسا ماحول، جو اس کی جسمانی اور روحانی استعدادوں کی نشو ونما میں کوئی رکاوٹ پیدا نہ ہونے دے۔ نتیجتاً، وہ ان تمام صلاحیتوں کو رشد دے کر اپنے مقصد حقیقی کی جانب بڑھ کر سکے۔اسی ماحول کی فراہمی کا دوسرا نام تربیت ہے۔ مختلف زبانوں میں

تربیت کا لفظ بطور کلی جسمانی اور روحانی پرورش، دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ نیز تدریجی پرورش، نمو، رشد، سرپرستی، اصلاح اور اتمامیت کے مفاہیم بھی اس میں شامل ہیں۔

قرآن کریم میں لفظ تربیت کے مشتقات کے استعمال کو دیکھا جائے تو تقریباً ۱۰۰۰ آیات میں ان کا ذکر ہوا ہے۔ البتہ یہ استعمال اکثراً، خدا کی ربوبیت کی صفت کے حوالے سے ہوا ہے۔ انسان کی تربیت کے حوالے سے، جو مشتقات ذکر ہوئے ہیں ان میں مربی ('ربّانی') اور متربی ('ربیّون') کے مفاہیم سب سے اہم ہیں۔ اگر اصلی حروف کی نسبت کے حوالے سے بات کریں تو کمیت یا جسمانی پرورش ('ر ب و') کے مقابلے میں روحانی پرورش اور کمال کی جانب حرکت کی تشویق ('ر ب ب') کے اصلی حروف کا استعمال کثرت سے ہوا ہے۔ اس لحاظ سے کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید میں روحانی پرورش اور استعداد و صلاحیت کے رشد پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ تربیت کے مفہوم کے جائزے کے نتیجے میں جو مختلف پہلو اور خصوصیات سامنے آئی ہیں، ان کی ایک خام طبقہ بندی کی جا سکتی ہے۔ یہ پہلو اور ان کی خصوصیات درج ذیل جدول میں ملاحظہ کیے جا سکتے ہیں۔

تربیت کے مختلف پہلو اور ان کی خصوصیات

تربیت کے مقدمات	○ رب حقیقی فقط اللہ تعالی کی ذات ○ مسئولیت و ذمہ داری از طرف خداوند کریم ○ انسان میں صلاحیات کی فطری موجودگی ○ انسان، ارادہ اور اختیار کے ساتھ تغیر پذیر موجود
تربیت کے لوازمات	○ تربیت کے لئے درکار ماحول کی فراہمی ○ سرپرستی، نگرانی اور مسلسل کوشش ○ سلامتی، حفاظت، ضرر سے بچاؤ ○ اصلاح و تدبیر امور
تربیت کے ارکین	○ تربیت سے متعلقہ تعلیمات، اصول اور احکام ○ مربی کا تمام جسمانی اور روحانی استعدادوں سے آگاہ ہونا ○ مربی کا اپنی ذات کے پہلوؤں پر تسلط ○ تربیت پانے والے کی اختیاری کوشش

تربیت کے اصول	○ تمام جسمانی وروحانی پہلوؤں کی ہمہ جانب پرورش ○ تدریج، طولی مراحل اور عرضی پہلو ○ تسلسل ○ تعدیل
تربیت کا دائرہ کار	○ ہر زمان میں تربیت کا امکان ○ ہر مکان میں تربیت کا امکان ○ ہر عامل سے اثر قبول کرنے کا امکان ○ انفرادی و اجتماعی پہلو
تربیت کی سمت	○ باہدف ○ لامتناہی ○ کمال کی جانب حرکت ○ مثبت یا منفی جہت کا امکان

*****

حوالہ جات

1۔ ناصر، مکارم شیرازی، *تفسیر نمونہ*، ج 11 (تہران، دار الکتب الاسلامیہ، 1371 شمسی)، 361۔

2۔ مرتضی، مطہری، *آزادی معنوی* (تہران، انتشارات صدرا، 1378 شمسی) 17۔

3 ۔ مرتضی، مطہری، *انسان در قرآن* (تہران، انتشارات صدرا، 1391 شمسی) 32۔

4 ۔ مرتضی، مطہری، *فطرت* (تہران، انتشارات صدرا، 1396 شمسی) 29۔

5۔ سید محمد رضا، طباطبائی، *صرف سادہ* (قم، انتشارات دار العلم، 1397 شمسی) 163۔

6۔ علی رضا، اعرافی، *فقہ تربیتي*، ج 1: مبانی و پیش فرض ھا (قم، مؤسسہ فرہنگی و ہنری اشراق و عرفان، 1393 شمسی) 118۔

7۔ محمد، بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن* (تہران، سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ و اندیشہ اسلامی، 1386 شمسی) 31 ؛ علی ہمت، بناری، نگرشی بر تعامل فقہ و تربیت (قم، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینی، 138 شمسی) 59۔

8۔ بہروز، رفیعی، *آرای دانشمندان مسلمان در تعلیم و تربیت و مبانی آن*، ج 3: امام غزالی (تہران، سمت، 1390 شمسی) 89۔

9۔ حسین، مہدی زادہ، بررسی جایگاہ عقل در تربیت از دیدگاہ امام کاظم علیہ السلام در روایت ہشام بن حکم (قم، مؤسسہ آموزشی پژوہشی امام خمینی، 1387 شمسی) 146۔
10۔ بناری، نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت 59۔
11۔ ابن فارس، معجم مقائیس اللغۃ، ج 2، 483۔
12۔ حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، 340۔
13۔ فخر الدین، طریحی، مجمع البحرین، ج 2 (تہران، مکتبہ المرتضویہ، 1375 شمسی)، 65۔
14۔ محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، ج 1، 401۔
15۔ خلیل بن احمد، فراہیدی، کتاب العین، ج 8 (قم، نشر ہجرت، 1409ھ) 257۔
16۔ محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، ج 1، 401۔
17۔ ابن فارس، معجم مقائیس اللغۃ، ج 2، 381۔
18۔ حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، 336۔
19۔ بناری، نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت 59۔
20۔ بہشتی، مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن 33۔
21۔ محمد، مرتضی زبیدی، تاج العروس من جواہر القاموس، ج 2 (بیروت، دار الفکر، 1414ھ)، 4۔
22۔ محمد بن مکرم، ابن منظور، لسان العرب، ج 1، 399۔
23۔ حسین بن محمد، راغب اصفہانی، مفردات الفاظ القرآن، 336۔
24۔ علی جواد، ہمدانی، "اسلام اور مغربی تعلیم وتربیت کے فلسفی مبانی"، سہ ماہی سماجی، دینی، تحقیقی مجلّہ نور معرفت، جلد۱، شمارہ۲ (2015 عیسوی)، 116۔
25۔ فیروز اللغات اردو جامع (لاہور، فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ) 354۔
26۔ محمد، معین، فرہنگ فارسی، ج 1 (تہران، انتشارات امیر کبیر، 1360 شمسی) 1063۔
27۔ علی اکبر، دہخدا، لغت نامہ، ج 14 (تہران، ، مؤسسہ انتشارات دانشگاہ تہران، 1372 شمسی) 550۔
28۔ حسن، عمید، فرہنگ عمید (تہران، امیر کبیر، 1369 شمسی) 425۔
29۔ اعرافی، فقہ تربیتی، ج 1: 122۔
30۔ علی جواد، ہمدانی، "اسلام اور مغربی تعلیم وتربیت کے فلسفی مبانی": 117۔
31۔ بناری، نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت 59۔
32۔ مصباح یزدی، فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی 29۔
33۔ بناری، نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت 63۔
34۔ محمد علی، رضائی اصفہانی، قرآن وتربیت (تفسیر موضوعی میان رشتہ ای قرآن وعلوم)، ج 1 (تہران، سازمان دار القرآن کریم، نشر تلاوت، 1394 شمسی) 16۔

35۔رہنمائی،*فلسفہ تعلیم وتربیت* 27۔

36۔محمد عالم،احمد زادہ، "*مفہوم شناسی تربیت در قرآن کریم*"، مطالعات فقہ تربیتی، شمارہ13 (1389 شمسی)3۔

37۔بناری،*نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت* 62۔

38 ۔مصباح یزدی،*فلسفہ تعلیم وتربیت اسلامی* 26۔

39 ۔حسینی، مہدی زادہ، "کاوشی در ریشہ قرآنی واژہ 'تربیت' وپیامد معنای آن"، مجلّہ معرفت، شمارہ 59 (1389 شمسی)4 ۔

40 ۔بناری، *نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت* 63۔

41 ۔علی اکبر، قرشی بنابی، *قاموس قرآن*، ج 3، (تہران: دارالکتب الاسلامیہ،1381 شمسی)45۔

42۔محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ *تفسیر المیزان*، ج 3، ترجمہ: محمد باقر موسوی، (قم، دفتر انتشارات اسلامی،1374 شمسی) 436۔

43۔ محمد حسین، طباطبائی، ترجمہ *تفسیر المیزان*، ج 5، 561۔

44 ۔ بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن* 34۔

45 ۔محمد عالم، احمد زادہ، "*مفہوم شناسی تربیت در قرآن کریم*"، مطالعات فقہ تربیتی: 6۔

46 ۔باقری، *نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی*: (کاوشی برای تدوین چہارچوب نظری تربیت اسلامی)، ج 1، 64۔

47 ۔ فضل بن حسن، طبرسی، ترجمہ *تفسیر مجمع البیان*، ج 5، ترجمہ: احمد بہشتی (گروہ مترجمین) (تہران، مؤسسہ انتشارات فرہانی،1356 شمسی) 94۔

48 ۔ بہشتی، *مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن* 35۔

49 ۔باقری، *نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی*: (کاوشی برای تدوین چہارچوب نظری تربیت اسلامی)، ج 1، 64۔

50 ۔بناری، *نگرشی بر تعامل فقہ وتربیت* 61۔

51 ۔محمد عالم، احمد زادہ، "*مفہوم شناسی تربیت در قرآن کریم*"، مطالعات فقہ تربیتی:3۔

52 ۔چوہدری علی، محمد، *انوار البیان فی حل لغات القرآن*، ج 1(لاہور، مکتبہ سید احمد شہید،2005 عیسوی)، 5۔

کتابیات

1. مکارم شیرازی، ناصر، تفسیر نمونہ، تہران، دار الکتب الاسلامیہ،1371 شمسی۔
2. مطہری، مرتضٰی، آزادی معنوی، تہران، انتشارات صدرا،1378 شمسی۔
3. مطہری، مرتضٰی، انسان در قرآن، تہران، انتشارات صدرا،1391 شمسی۔
4. مطہری، مرتضٰی، فطرت، تہران، انتشارات صدرا، 1396 شمسی۔
5. طباطبائی، سید محمد رضا، صرف سادہ، قم، انتشارات دار العلم،1397 شمسی۔
6. رہنمائی، سید احمد، فلسفہ تعلیم وتربیت (غربی واسلامی)، تہران، سمت، 1396 شمسی۔
7. اعرافی، علی رضا، فقہ تربیتی، قم، مؤسسہ فرہنگی وہنری اشراق وعرفان، 1393 شمسی۔
8. بہشتی، محمد، مبانی تربیت از دیدگاہ قرآن، تہران، سازمان انتشارات پژوہشگاہ فرہنگ واندیشہ اسلامی، 1386 شمسی۔

9. بناری، علی ہمت، نگرشی بر تعامل فقہ و تربیت، قم، انتشارات مؤسسہ آموزشی وپژوہشی امام خمینیؒ،138 شمسی۔
10. رفیعی، بہروز، آرای دانشمندان مسلمان در تعلیم و تربیت و مبانی آن، تہران، سمت،1390 شمسی۔
11. مہدی زادہ، حسین، بررسی جایگاہ عقل در تربیت از دیدگاہ امام کاظم علیہ السلام در روایت ہشام بن حکم، قم، مؤسسہ آموزشی پژوہشی امام خمینی، 1387 شمسی۔
12. ابن فارس، احمد، معجم مقائیس اللغۃ، قم، مکتب الاعلام الاسلامی،1404ھ۔
13. ابن منظور، محمد بن مکرم، لسان العرب، بیروت، دار صادر،1414ھ۔
14. راغب اصفہانی، حسین بن محمد، مفردات الفاظ القرآن، بیروت، دار القلم،1416ھ۔
15. باقری، خسرو، نگاہی دوبارہ بہ تربیت اسلامی: (کاوشی برای تدوین چہارچوب نظری تربیت اسلامی)، تہران، انتشارات مدرسہ،1385 شمسی۔
16. مصباح یزدی، محمد تقی، فلسفہ تعلیم و تربیت اسلامی، تہران، انتشارات مدرسہ، 1390 شمسی۔
17. مصطفوی، حسن، التحقیق فی کلمات القرآن الکریم، تہران، مؤسسہ الطباعہ والنشر،1416ھ۔
18. قائمی مقدم، محمد رضا، روش ہای تربیتی در قرآن، تہران، سمت،1391 شمسی۔
19. احسانی، محمد، تربیت عقلانی از منظر قرآن کریم، تہران پژوہشگاہ علوم و فرہنگ اسلامی، 1394 شمسی۔
20. طریحی، فخر الدین، مجمع البحرین، تہران، مکتبہ المرتضویہ، 1375 شمسی۔
21. فراہیدی، خلیل بن احمد، کتاب العین، قم، نشر ہجرت، 1409ھ۔
22. مرتضی زبیدی، محمد، تاج العروس من جواہر القاموس، بیروت، دار الفکر،1414ھ۔
23. معین، محمد، فرہنگ فارسی، تہران، انتشارات امیر کبیر، 1360 شمسی۔
24. دہخدا، علی اکبر، لغت نامہ، تہران، مؤسسہ انتشارات دانشگاہ تہران، 1372 شمسی۔
25. عمید، حسن، فرہنگ عمید، تہران، امیر کبیر، 1369 شمسی۔
26. فیروز اللغات اردو جامع، لاہور، فیروز سنز (پرائیویٹ) لمیٹڈ۔
27. رضائی اصفہانی، محمد علی، قرآن و تربیت (تفسیر موضوعی میان رشتہ ای قرآن و علوم)، تہران، سازمان دارالقرآن کریم، نشر تلاوت،1394 شمسی۔
28. قرشی بنابی، علی اکبر، قاموس قرآن، تہران: دار الکتب الاسلامیہ،1381 شمسی۔
29. طباطبائی، محمد حسین، ترجمہ تفسیر المیزان، ترجمہ: محمد باقر موسوی، قم، دفتر انتشارات اسلامی،1374 شمسی۔
30. طبرسی، فضل بن حسن، ترجمہ تفسیر مجمع البیان، ترجمہ: احمد بہشتی (گروہ مترجمین)، تہران، مؤسسہ انتشارات فرہانی،1356 شمسی۔
31. نعمانی، محمد عبد الرشید، لغات القرآن، لاہور، مکتبہ حسن سہیل،1962 عیسوی۔
32. محمد، چوہدری علی، انوار البیان فی حل لغات القرآن، لاہور، مکتبہ سید احمد شہید، 2005 عیسوی۔